جدید دور میں جدید رہنمائی کی ضرورت[1]

از مولانا محمد تقی صاحب امینی ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

(یہ مقالہ ۲۱ نومبر کو تھیالوجیکل سوسائٹی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی طرف سے یونین ہال میں پڑھا گیا تھا)

حضرات! "جدید دور میں جدید رہنمائی کی ضرورت" مقالہ کا عنوان ہے۔ یہ آواز پر کشش ہونے کے باوجود قابل توجہ نہیں معلوم ہوتی ہے۔ موجودہ بے حسی کے عالم میں کون سر پھرا قدیم و جدید کی بحثوں میں الجھے گا اور عافیت کی زندگی پر خار دار جھاڑیوں کو ترجیح دے گا۔

لیکن یہ بات یاد رکھئے کہ زندگی کی شعاعیں ہمیشہ بے حسی کے پردوں سے پھوٹی ہیں اور زندگی ہر دور میں چند سر پھروں ہی کی منتظر رہی ہے۔ راہ کی مشکلات اس لئے کبھی نہیں پیش آئی ہیں کہ اٹھا ہوا قدم رکے بلکہ اس لئے آئی ہیں کہ اور زیادہ مضبوطی کے ساتھ قدم اٹھایا جائے۔

معاشرہ کی قدر و قیمت خیر و شر کے تناسب سے ہوتی ہے۔

معزز حاضرین! دنیا انسانوں کی دنیا ہے، جن کے احساسات کی زود اثری، جذبات کی ہیجان انگیزی اور خواہشات کی ناعاقبت اندیشی ملاء اعلیٰ میں ضرب المثل ہے۔ جب ان کے ہاتھوں میں کوئی معاشرہ آئے گا تو لازمی طور سے اس میں خیر کے ساتھ شر اور خوبیوں کے ساتھ خامیوں اور خرابیوں کا ظہور ہوگا اور شاید یہ کہنا بیجا نہ ہو کہ خیر کی توانائیاں برقرار رکھنے کے لئے شر کا وجود ضروری ہے اور خوبیوں میں دلکشی پیدا کرنے کے لئے خامیوں کا ظہور ناگزیر ہے۔

---

[1] ماہنامہ برہان دہلی کے فروری ۱۹۶۸ء کے شمارے سے شکریے کیساتھ یہ مضمون نقل کیا جاتا ہے (مدیر)

در کارخانۂ عشق از کفر ناگزیر است
آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد

اس بنا پر ہر معاشرہ ان دونوں کی قوت سے تشکیل پاکر وجود میں آتا ہے اور پھر انہیں میں تناسب برقرار رکھ کر اپنی قدر و قیمت کا تعین کرتا ہے۔

معاشرہ میں تنوع وارتقاء لازمی ہے۔

معاشرہ کے حالات ہمیشہ یکساں نہیں رہتے ہیں بلکہ اس میں ہر عروج کے ساتھ تنوع اور ہر بقاء کے ساتھ ارتقا لازمی ہوتا ہے۔ یعنی جب کوئی قوم زوال پذیر ہوتی ہے تو ایسا نہیں ہوتا ہے کہ دنیا میں ہر جگہ معاشرۂ انسانی زوال پذیر ہو جائے۔ بلکہ اس کی جگہ جو قوم عروج کے مراحل طے کرتی ہے، وہ اپنی بقاء کے لئے مختلف قسم کی ترقیاتی اسکیموں، معاشی تجویزوں اور فلاح و بہبود کی نئی تنظیموں کو بروئے کار لانے پر مجبور ہوتی ہے، جن کے ذریعہ ایک ترقی یافتہ معاشرہ وجود میں آتا ہے اور زندگی کو خوشگوار و نمو بخش فضا ملتی ہے۔ اسی طرح معاشرتی ترقی کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور زندگی بہتر سے بہتر فضا کی تلاش میں مصروف رہتی ہے۔ یہ تنوع و ارتقاء قانون فطرت کے عین مطابق ہیں۔ ان کی بدولت کائنات ہست و بود کی نیرنگیاں قائم ہیں اور بڑی حد تک قوموں کی بقاء کا راز بھی ان میں پوشیدہ ہے اگر کوئی قوم ان کی طرف توجہ نہیں کرتی ہے تو قانون فطرت سے بغاوت کی مجرم ہوتی ہے اور اگر اپنی "آن" کو ختم کرکے انہیں میں جذب ہو جاتی ہے تو قومی خودکشی کی مجرم قرار پاتی ہے۔

مسلم قوم سخت قسم کی ذہنی کش مکش میں مبتلا ہے۔

مبصرین کی رائے ہے کہ مسلم قوم میں "نشاۃ ثانیہ" کے آثار نمایاں ہیں لیکن زندگی کے مراحل طے کرنے میں وہ سخت قسم کی ذہنی کش مکش سے دوچار ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ جو قوم ایک دور سے گذر کر دوسرے دور میں قدم رکھتی ہے تو وہ اسی طرح کی کش مکش میں مبتلا ہوتی ہے۔ ایک طرف اس کی قدیم زندگی اور فلاح و بہبود کی یادگاریں ہوتی ہیں، جن پر زندگی کی عمارت پہلے تعمیر ہو چکی ہوتی ہے۔ اس بنا پر فطرتاً ان سے تعلق اور لگاؤ رہتا ہے۔ دوسری طرف نئی زندگی اور نئے حوصلہ کی وسعت ہوتی ہے، جس میں فراخی کے ساتھ حصول مصالح اور دفع مضرت کا سامان ہوتا ہے اور قوت کیساتھ فلاح و بہبود کے امور انجام پانے کا اہتمام ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں قوم اگر قدیم زندگی پر قانع رہتی ہے

اور زمانہ و معاشرہ کی نئی وسعت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتی ہے تو اس کی توانائیوں کا کوئی مصرف نہیں رہتا ہے اور بالآخر گھٹ گھٹ کر دم توڑنے کی نوبت آجاتی ہے۔

اور اگر اپنے تصوریات واصول زندگی کو نظر انداز کرکے نئی وسعت کو اس کے انداز میں قبول کرتی ہے تو قومی وجود خطرہ میں پڑ جاتا ہے۔

یہ کش مکش اپنی انتہا کو پہونچی ہوئی ہے۔

یہ کش مکش اس وقت اپنی انتہا کو پہونچ جاتی ہے، جب کسی قوم کے قائدین دو انتہا پسند گروہوں میں تقسیم ہوں اور عمل و ردِ عمل کی نذر ہوکر افراط و تفریط کی دو راہوں پر کھڑے ہوں۔ ان میں سے ایک گروہ کسی قسم کی وسعت و تبدیلی کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہو حتیٰ کہ قوم کی توانائیوں کا گلا گھٹ جانے کی فکر سے بھی بے نیاز ہو اور دوسرا ہر وسعت و تبدیلی کو بعینہٖ قبول کرنے پر تلا ہو اور قومی وجود کے ختم ہو جانے کی اس کو کوئی پروا نہ ہو۔

بد قسمتی سے مسلم قوم اپنی نشاۃ ثانیہ کے مراحل میں اسی انتہائی کش مکش سے دوچار ہے اور اس کے قائدین اپنے اپنے انداز میں دو انتہا کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ ایسی حالت میں نہیں کہا جا سکتا کہ مستقبل میں مسلم قوم کا کیا بنے گا؟ اور نشاۃ ثانیہ کے مراحل کس مقام پر اس کو کھڑے کریں گے؟ البتہ زمانہ کی رفتار اور مسلم ممالک کے حالات سے یہ بات یقیناً کہی جا سکتی ہے کہ مستقبل قریب میں مروّجہ سرمایہ دارانہ مذہب کو سخت دھکا پہونچے گا اور اسکی موجودہ صورت نہ برقرار رہ سکے گی۔ حقیقی مذہب جدید معاشرہ میں کب اور کس شکل میں نمودار ہوگا؟ اس پر تفصیلی گفتگو کا غالباً ابھی وقت نہیں آیا ہے۔

ہندوستان کے حالات دوسری جگہ سے مختلف ہیں

ہندوستان کے حالات دوسری جگہ سے مختلف ہیں۔ یہاں نہ تعمیری ذہن کی قیادت ہے اور نہ قائدین دو گروہوں میں تقسیم ہیں بلکہ چار و ناچار قیادت ایک ہی گروہ کے حصہ میں ہے اور بحیثیت مجموعی ایک ہی "انتہاء" کی نمائندگی ہو رہی ہے، جس کا جدید حالات و معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ ہنگامی حادثات و فسادات نے مسلم قوم کی دشواریوں اور پریشانیوں کی نئی نئی راہیں کھول دی ہیں جن کی وجہ سے بہت سے ایسے مسائل پیدا ہوگئے ہیں کہ ان کے حل ہوئے بغیر مذہب و ناموس تک کا سودا آسان ہو گیا ہے۔

اس کے باوجود غریب مسلمان اپنی ضرورت کے ناگزیر مسائل میں رہنمائی سے محروم ہیں جس کی وجہ سے حصول مصالح اور دفع مضرت کی راہیں بڑی حد تک مسدود ہیں۔ اور بہت سی ترقیاتی اسکیموں اور تنظیموں سے محض اس بناء پر فائدہ نہیں اٹھا سکتے ہیں کہ ان کے بارے میں کوئی واضح فیصلہ نہیں ملتا ہے۔ ہر ہوش مند کو یہ معلوم کرکے حیرت ہوگی کہ تعمیری پلان بنانے اور معاشرتی فلاح وبہبود کی اسکیم خود تیار کرنے کی تو کیا توفیق ہوتی، حصول مصالح اور دفع مضرت کے لئے جو اسکیمیں اور تنظیمیں کام کر رہی ہیں ان میں اعتدال کے ساتھ شرکت کی راہیں بھی نہیں نکالی جاتی ہیں۔ اور اگر احساس دلانے پر کچھ توجہ ہوتی بھی ہے تو اقدام کے بجائے ایک ایسی پناہ گاہ (دارالحرب) کی تلاش ہوتی ہے کہ جس میں بزعم خود وہ تو محفوظ ہو جاتے ہیں لیکن قدیم و جدید تمام عقود فاسدہ کے بندھن ٹوٹ جاتے ہیں اور اس کو بھی واضح فیصلہ کی شکل میں لانے کی جرأت نہیں ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں کب تک مسلمان مصائب برداشت کرتے رہیں گے؟ اور موجودہ قیادت کیوں کر راہ کی نشان دہی کر سکے گی۔؟

قومی زندگی میں قائدین کی اہمیت۔

حاضرین کرام! اوپر قائدین کی بحث کو زیادہ اہمیت اس بناء پر دی گئی ہے کہ قومی زندگی میں ان کی حیثیت بمنزلہ روح اور جان کے ہے۔ یہی حضرات زندگی میں ایمان واعتقاد کی قوت بھرتے ہیں اور ذہنی واخلاقی استعداد کی تربیت کرکے فکر وعمل کی نئی دنیا بساتے ہیں۔ اگر ان میں انتہا پسندی یا غفلت و بے حسی کی روح سرایت کر گئی تو پھر قوم کا جو حشر بھی ہو جائے وہ کم ہے۔

مسلم قوم کی نشاۃ ثانیہ

ادھر مسلم قوم کا حال یہ ہے کہ نشاۃ ثانیہ کی تاسیس میں اس نے مذہب سے رہنمائی نہیں حاصل کی ہے بلکہ اپنے قدیم دشمن "یورپ" کو رہنما بنایا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ قومی و ملی لحاظ سے اس کی حیثیت ایک گم کردہ راہ قافلہ کی ہو رہی ہے کہ جس کا نہ کوئی نصب العین باقی رہتا ہے اور نہ بلند مقصد۔ بس راستہ کی تلاش میں احساس ناکامی کے ساتھ شب وروز کی مشغولیت رہ جاتی ہے۔

وہ اجزاء جن سے نشاۃ ثانیہ کی خمیر تیار ہوئی ہے۔

چنانچہ اس کی نشاۃ ثانیہ کے لئے جو خمیر تیار کیا گیا ہے اس کے اجزاء یہ ہیں۔

(۱) فکر و ضمیر کی حریت (۲) مادی ذہنیت اور (۳) ذوق حسن وجمال۔

زندگی کے لئے ان تینوں کی ضرورت مسلّم ہے لیکن اگر ان کے حدود و قیود متعین ہوئے اور آزادی وبے باکی کے ساتھ برگ وبار لانے کا موقع ملتا رہا تو ان کی وحشت ناکی و ہوسناکی کے وہ مناظر آئیں گے کہ دنیا انگشت بدنداں رہ جائے گی۔ مذہب و روحانیت سے توقع تھی کہ وہ حدود و قیود متعین کریں گے اور وقت ضرورت رہنمائی کرتے رہیں گے لیکن اس خمیر میں دونوں کی "چاشنی" اس قدر ہلکی ہے کہ ان سے کسی اہم کردار کی توقع بے سود ہے۔

وہ اجزاء جن سے تعمیر ہو رہی ہے اور وہ چیزیں جو بطور رنگ و روغن مستعمل ہیں

جن اجزا سے نشاۃ ثانیہ کی تعمیر ہو رہی ہے اور جو چیزیں بطور رنگ و روغن مستعمل ھیں وہ یہ ھیں۔

۱۔ ذہنی و فکری حد نظر میں وسعت اور عالم فطرت کے مطالعہ کا حوصلہ

۲۔ مختلف علوم و فنون کے حاصل کرنے کا جذبہ

۳۔ سرمایہ داری و جاگیرداری کے زوال سے ایک نئی قسم کی شہری زندگی اور نظام معاشرت کی نئے انداز میں تشکیل۔

۴۔ صنعت و حرفت اور تجارت کی وسیع پیمانہ پر اور نئے انداز میں تنظیم و تشکیل جن کا پہلے تصور بھی نہ کیا جا سکتا تھا۔

۵۔ جلب منفعت اور دفع مضرت کے لئے بہت سی ترقیاتی اسکیمیں اور تنظیمیں جن کا پہلے وجود نہ تھا

۶۔ علم و معلومات کی اشاعت کے وسیع ذرائع اور تحصیل علم کی سہولتیں۔ جو افکار و خیالات یا علوم و فنون پہلے امیروں اور خاندانی لوگوں کی جاگیر تھے اب عام طور پر ان کی اشاعت ہونے لگی ہے

۷۔ ذرائع آمدنی کی فراوانی اور ضروریات زندگی میں اضافہ نیز ملازمت کی مستقل حیثیت واہمیت، اور تنذلانہ و تحائف کو ذریعۂ معاش بنانے کی مذمت۔

۸۔ بحری اور ہوائی اسفار کا سلسلہ اور اس سے متوقع فوائد۔

۹۔ فنون لطیفہ کے مطمح نظر میں انقلاب اور ان کی عریاں نمائش

۱۰۔ مختلف انداز میں حسن و لطافت کی تصویریں حتیٰ کہ شکیل مردوں اور حسین عورتوں کی ایسی تصویریں کہ وہ اس دنیا کے عیش و عشرت میں مشغول ہیں۔

۱۱۔ ربط و ضبط کی نئی نئی شکلیں جن میں ٹی پارٹیاں، جلسے جلوس اور رقص و سرود کی محفلیں نیز ملکی اور غیر ملکی مہمانوں کے استقبال کی عجیب و غریب شکلیں اور گفتگو و ملاقات میں مکر و فریب کے ٹیکنیکل انداز۔

۱۲۔ ذہنی انتشار کی واخلاقی بے راہ روی کے ساتھ اعصاب پر عورتوں کا تسلّط۔

۱۳۔ امراء سے نفرت اور علماء سے بغاوت۔

۱۴۔ شر پھیلانے کی منظّم طاقتیں اور خیر کے مبلغوں میں ذہنی و فکری اور عملی انتشار۔

۱۵۔ مذہب سے کسی خاص دنیوی فائدہ کا متعلق نہ ہونا۔

اس مجموعہ سے ایک نیا معاشرہ وجود میں آرہا ہے۔

غرض اس قسم کے مجموعہ سے مسلم قوم کی نشاۃ ثانیہ ہورہی ہے اور ایک نیا معاشرہ وجود میں آرہا ہے۔ اس مجموعہ کے صرف آخری چیزوں پر نظر نہ ہونی چاہیئے بلکہ صحیح حقیقت تک رسائی کے لئے سب پر نظر رکھنا ضروری ہے۔

حالات میں اتار چڑھاؤ ہمیشہ ہوتا رہا ہے اور ان کی وجہ سے معاشرتی زندگی میں معمولی تبدیلیاں ضرور ہوتی رہیں لیکن اس قسم کی ہمہ گیر تبدیلیوں کا پہلے وجود نہیں ملتا ہے۔ مفکرین کو غالباً ابھی اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں تامل ہو کہ مسلمان جب تک برسر اقتدار رہے، زندگی اور معاشرہ کا ایک ہی دور چلتا رہا۔ حالات کے نشیب و فراز کی وجہ سے معمولی قسم کی تبدیلیاں ضرور ہوتی رہیں لیکن ان کو "دَور" کی تبدیلی نہیں کہا جا سکتا ہے۔ یورپ کی نشاۃ ثانیہ نے ایک نئے دور کو جنم دیا ہے۔ اشتراکیت کے فلسفہ نے اس دور کو نہیں بدلا ہے بلکہ حالات کے نشیب و فراز سے جو تبدیلیاں ناگزیر ہوتی ہیں وہی اس کے ذریعہ وجود میں آئی ہیں۔

اب مسلم قوم کی نشاۃ ثانیہ ہے اور نئے دور کا معاشرہ ہے جس میں اشتراکیت ترقی کی شکل میں نمودار ہے۔ اور جس کو مذہبی رہنمائی عطا کرنا ہے۔

موجودہ رہنمائیاں قابل قدر ہونیکے باوجود کافی نہیں ہیں۔

موجودہ رہنمائیاں اپنے اپنے انداز میں قابل قدر ہونے کے باوجود کافی ہیں اور نہ ذمہ داری سے

سبکدوش کر رہی ہیں۔ ان کے سامنے رہنمائی کے لئے ایک ایسے مریض کا نقشہ ہے جب کہ وہ قوی و توانا تھا۔ اس کے لئے معتدل انداز میں غذا تجویز کرنے کی ضرورت تھی اور نہ غذا کے انتخاب میں موسم اور قویٰ وغیرہ کا لحاظ ضروری تھا۔ بس جو ذخیرہ اس کے پاس موجود و محفوظ تھا وہ وقت اور موسم کے لحاظ سے کافی تھا اور حسب ضرورت استعمال کرنے میں آزادی تھی۔ لیکن اس وقت مسلم قوم جس انداز کی مریض ہے اس کے لحاظ سے اگر غذا دینے میں مزید غفلت و کوتاہی ہوئی تو نقاہت کی وجہ سے مزاج میں چڑچڑا پن پیدا ہو جائے گا اور پھر دوا پینے سے بھی انکار کر دے گی۔

اور اگر ضد میں آکر ہدایت کے خلاف خود ہی غذا استعمال کرنے لگی تو اس کی زندگی کا جو حشر ہوگا وہ اہل نظر سے مخفی نہیں ہے لیکن طبیبوں اور تیمارداروں کو بھی اپنے حشر سے بے فکر نہ رہنا چاہیئے۔ جب شاخ ہی پر دوسروں کا قبضہ ہو جائے گا تو اس پر آشیانہ کیونکر برقرار رہے گا۔؟

یہ رہنمائیاں حد درجہ محدود اور تنگ ہیں

یہ رہنمائیاں اس قدر محدود اور تنگ ہیں کہ زندگی کے جدید حالات و معاملات کے لئے ان میں کوئی گنجائش ہے اور نہ وسیع و متنوع ضرورتوں کی طرف کوئی رہنمائی ہے۔ پھر ان کا اثر و نفوذ انہیں ممالک میں زیادہ ہے جن میں قدیم سرمایہ داری و جاگیرداری نظام قائم ہے یا معاشی ناہمواری کا مسئلہ شباب پر ہے۔ یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان کے ذریعہ کسی درجہ میں اس نظام کی تائید اور ایک خاص ذہنیت کی نمود ہوتی ہے یا نہیں لیکن چونکہ پچھلی تاریخ میں سرمایہ داروں اور اکثر نمائندوں کے اشتراک و تعاون سے لوگوں کے کافی حقوق ضائع ہوتے رہے ہیں اس بناء پر نشاۃ ثانیہ کے قاموس نگاران رہنمائیوں سے زیادہ مطمئن نہیں ہیں۔

یورپ کی تحریکوں سے عبرت و بصیرت حاصل کرنا چاہیئے۔

ان کے سامنے یورپ کے نشاۃ ثانیہ کے وقت کی کئی اہم تحریکیں موجود ہیں جن کے کارنامے کسی طرح نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہیں حتیٰ کہ "لوتھر" کی مذہبی تحریک بھی موجود ہے کہ جس کی کارگذاری تاریخ یورپ کا روشن باب ہے۔ لیکن جب نشاۃ ثانیہ کا نہایت تیز دھارا آیا تو یہ تحریکیں اس میں مذہبی روح پھونکنے اور اس کے اجزائے ترکیبی کو سمجھ کر رہنمائی کرنے میں کس قدر ناکام رہی

تھیں؛ وقت کی ضرورت کے لحاظ سے نہ اجتماعی و تمدنی مسائل مرتب کر سکی تھیں اور نہ عوامی فلاح وبہبود کے لئے کسی پروگرام کو عملی شکل دینے میں کامیاب ہوئی تھیں۔

اسلام اور عیسائیت میں کافی فرق کے باوجود پروٹسٹنٹ تحریک کی درج ذیل خامی سے کافی بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ مذہب پروٹسٹنٹ (لوتھر کی مذہبی تحریک) اول اول ایک بڑے اخلاقی انقلاب کا خارج میں رونما ہونا تھا' یعنی بعض لوگوں کی دینی اور اخلاقی فطرت نے بدعت آلود مذہب اور ناشائستہ و ناقابل اصلاح رواج کے خلاف سر اٹھایا۔ چونکہ اس کی بنیاد انکار و تردید پر تھی اس بنا پر جب تک اس کا کام کلیتہً برباد کن تھا' بڑا زور و شور رہا۔ اخلاقی سقم دور کرنا اور ایک ایسے مذہب کے خلاف جس کے اصول کی غلط تعریف کی گئی تھی' یورش کرنا' ان لوگوں کے لئے نہایت آسان تھا۔ جن کے دلوں میں حق کے واسطے مذہبی جنگ کا جوش و ولولہ تھا لیکن جب اس کی باری آئی کہ وہ خود اپنا آئین وضع کرے اور اپنے اصول قرار دینے اور حقیقت کی تشریح کرنے کی کوشش کرے تب اس کی کمزوری نمایاں ہو گئی۔[۱]

اس تحریک نے عوام کے مقابلہ میں امراء کو زیادہ اہمیت دی تھی چنانچہ 'لوتھر' نے عوام کی بہ نسبت رؤسا اور شہزادگان سے زیادہ قریبی تعلقات قائم کئے تھے اور ابتدائی معرکوں میں اس نے انہیں سے حفاظت و مدد کی التجا کی تھی اور آخری ایام میں انہیں پر پورا اعتماد کیا تھا۔[۲] عوامی فلاح وبہبود اور عوامی ضرورت کی طرف اس نے کوئی خاص توجہ نہ کی تھی جیسا کہ "لوتھر" نے مظالم کے خلاف صدائے احتجاج کے زمانہ میں) کسانوں کی مخالفت سخت تحریروں اور تقریروں سے کی۔ اس نے امراء سے مطالبہ کیا کہ اس شورش کو سختی سے فرو کیا جائے۔[۳]

غرض اس تاریخی تجربہ کے بعد کیسے کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ تحریکیں نشاۃ ثانیہ کے وسیع اور متنوع اجزاء کی رہنمائی کے لئے کافی ہیں اور مزید کسی ٹھوس جدوجہد کی ضرورت نہیں ہے جب

---

[۱] عروج فرانس مصنفہ ایچ۔ او۔ ویکمن ایم۔ اے۔

[۲] حوالہ بالا ص۱۱ و ۴۱

[۳] تاریخ یورپ مصنفہ اے جے گرانٹ ص۵۲

معاشرہ کی تمام تر بنیادیں اقتصادی اور معاشی بن گئی ہوں تو کوئی تحریک ان بنیادوں کو چھیڑے بغیر کیسے زندہ رہ سکتی ہے؟ اور چھیڑنے کے بعد رجعت پسندی کی راہ اختیار کرنے میں کس قدر عظیم خسارہ ہے۔

موجودہ حالات میں رہنمائی کا طریقہ

معزز حضرات! موجودہ پُرپیچ حالات میں کام کی جو شکل سمجھ میں آتی ہے، یہ ہے کہ ایمان ویقین والی زندگی کی اہمیت تسلیم کی جائے اور اقامت دین کے جذبہ کی قدر کی جائے لیکن سیاسی اسلنٹ اس کو نہ بنایا جائے، ورنہ قبل از وقت سیاسی اقتدار کی خواہش اس جذبہ کو کچل کر رکھ دے گی اور سیاسی اقتدار ہی مقصود بالذات بن جائیگا۔ پھر جنگ محض اقتدار کے لئے ہوگی اور مذہب آلۂ کار کے طور پر استعمال ہوتا رہے گا۔ پھر نشاۃ ثانیہ کی رہنمائی کے لئے نظام حیات کی جن تفصیلات کو از سر نو مرتب کرنے کی ضرورت ہو (اور وہ بہت ہیں) مجتہدانہ بصیرت کے ساتھ اہل فن کے مشورہ سے قرآن وسنت کی روشنی میں انھیں مرتب کیا جائے۔ معاشی بدحالی کو دور کرنے، ترقیاتی سکیموں سے منتفع ہونے اور تعلیم کو عام کرنے کے لئے عوامی فلاح وبہبود کے مختلف شعبے قائم کئے جائیں اور امداد باہمی کے متعلق ادارے چلائے جائیں۔

بڑی بات یہ ہے کہ مذہب کی قولی وعملی ترجمانی اس انداز سے کی جائے کہ یہ سب امور اس کے اجزائے ترکیبی قرار پائیں، اور لوگوں کو یہ دھوکا نہ ہو کہ صرف عید میلاد کے جلسے جلوسوں، مدارس کے لئے چندہ، نفلی حج وقربانی، لٹریچر کی نشر واشاعت اور مذہبی نمائندوں کی خاطر تواضع اور ان کے لئے نذرانہ وتحائف وغیرہ سے مذہبی سند مل جاتی ہے بلکہ اس پر زور دیا جائے کہ جب تک خود کو فنا کرکے دوسروں کی بقا کا سامان نہ ہو اور دوسروں کی دنیوی واخروی فلاح وبہبود کی خاطر ذاتی وخاندانی مفاد کو قربان کرنے اور نقصان برداشت کرنے کا حوصلہ نہ ہو اس وقت تک نہ انسان صحیح معنوں میں مذہبی بنتا ہے اور نہ مذہب کی کوئی قابل قدر خدمت انجام پاتی ہے

بات صرف صدقہ وخیرات پر نہ ختم ہونی چاہیئے۔ انفرادی واجتماعی ملکیت کا گورکھ دھندا بھی نہ حائل ہونا چاہیئے۔ بس اللہ کے بندوں کو رزق حلال میسر ہو اور موجودہ دور کی زندگی کے لئے جلب منفعت ودفع مضرت کا سروسامان ہو۔ اس مقصد کے لئے جو کچھ انتظام ہو وہ

حق اور فرض کی شکل میں ہو۔ احسان و تبرع کی بات اس وقت بھی معلوم ہوتی ہے جب کہ معاشرہ قوی و توانا ہو اور اپنی غذا کے بارے میں خود کفیل ہو۔ غرض جب تک مذہب کے نام پر ہمہ جہتی پروگرام نہ ہوگا اور ایثار و قربانی کے عملی نمونے نہ سامنے آئیں گے، اس وقت تک مذہب و زندگی کا ربط قائم ہوگا اور نہ طوفان کی شدت کا مقابلہ ہو سکے گا۔

حالیہ انقلابات سے عبرت و بصیرت

مسلم ممالک کے حالیہ انقلاب اور ان میں اسلامی تحریکات کی ناکامی، عبرت و بصیرت کے لئے کافی ہیں۔ ہمارے پڑوسی ملک پاکستان میں مذہب کے ساتھ جو کھیل کھیلا جا رہا ہے وہ کسی طرح نظر انداز ہونے کے قابل نہیں ہے۔[1]

دین و مذہب کے نام پر جس بوکھلاہٹ کا مظاہرہ اس وقت آپ دیکھ رہے ہیں اگر مذکورہ انداز سے ہمہ گیر پیمانہ پر کام نہ کیا گیا تو وقتاً فوقتاً ایسے بہت سے مظاہرے سامنے آتے رہیں گے اور بہت سے مقامات پر خود مدعیوں کو اپنے دعویٰ کے خلاف بیان دینے پر مجبور ہونا پڑے گا۔ پھر بھی بگڑنے کے بعد بات بنائے نہ بن سکے گی۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ غربا تڑپ رہے ہیں۔ بیوائیں سسک رہی ہیں اور یتیم بچے بلک رہے ہیں۔ اور جب سیاست کا کوئی "موڑ" آتا ہے تو حالات و مصالح کے جتنے تیر ترکش میں موجود ہوتے ہیں وہ سب باہر آجاتے ہیں۔ زمانہ کی ستم ظریفی اس سے زیادہ اور کیا ہوگی کہ جن زبانوں نے کل تک عورت کے عائلی حقوق تسلیم کرنے میں بخل سے کام لیا تھا، آج وہی اس کو سربراہِ مملکت بنانے میں پیش پیش ہیں۔

کہاں لٹا ہے یہ جا کے کاروانِ مہر و وفا
کہ دوستی سے بہت دور دشمنی نہ رہی

سچ کہا ہے صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے مارایت من ناقصات عقل و دین اذھب للب الرجل الحازم من احد اکن (الحدیث) کسی پختہ کار اور ہوشیار مرد کی عقل کو سلب کرنے والا میں نے ناقصات عقل و دین میں سے عورتوں سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ صورت حال بڑی نازک ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ اس اقدام پر خوشی منائی جائے

---

[1] غالباً یہ اشارہ بعض مذہبی سیاسی جماعتوں کی طرف ہے (مدیر)

یا ماتم کیا جائے۔ خوشی اس لئے کہ دینی مصالح و ہنگامی حالات کا لحاظ کر کے زندگی کے بہت سے نئے اور ضروری مسائل میں اعتدال کی راہ نکالنے کے لئے عرصہ سے جد و جہد جاری تھی اب اس کے سلسلہ میں ایک مثال سامنے آگئی ہے۔ یہ مثال بھونڈی اور بے محل ہونے کی وجہ سے اگرچہ مفید مطلب نہیں ہے لیکن اس میں غیرت و عبرت دونوں کا پورا سامان موجود ہے اور ماتم اس لئے کہ طاغوتی سیاست نے محراب و منبر کو استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ اب دیکھئے بات کہاں سے کہاں پہنچ کر رہے۔ بس اللہ ہی سے دعا ہے کہ بات زیادہ آگے نہ بڑھے اور ایسی باتوں کی آڑ میں مذہب سے بے اعتمادی نہ پیدا ہو۔ (آمین)

جدید رہنمائی کے بغیر چارہ نہیں ہے۔

حاضرین کرام! موجودہ رہنمائیاں اپنے اپنے کام میں لگی ہوئی ہیں اور بڑی حد تک کامیاب ہیں جدید دور کے کام غالباً ان کے میدان کے نہیں ہیں، ورنہ وہ یقیناً رہنمائی فرماتیں۔ ایسی حالت میں زندہ رہنے کے لئے جدید رہنمائی کے بغیر چارہ نہیں ہے اور یہ اس وقت بارآور ہو سکتی ہے جبکہ مذہبی حضرات انداز فکر بدلیں اور نئی جلوہ گاہوں کے مدہوش ہوش و حواس درست کریں۔ آخر حقائق سے جنگ کب تک جاری رہے گی، اور خود فریبی کی دنیا کہاں تک ساتھ دے سکے گی؟

میرے الفاظ یقیناً سخت ہیں لیکن میں مجبور ہوں۔ درد آشنا کی نظر درد پر ہونی چاہیئے نہ کہ اس کے اظہار کے طریقوں پر۔

میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ جو کچھ دیکھ رہا ہوں اس کو برملا کہہ دوں اور جس کا آنا یقینی ہے وقت سے پہلے اس کی اطلاع دے دوں تاکہ اگر کچھ رمق حیات باقی ہے تو زندگی کا سروسامان کر لیا جائے

چھتیں پاٹ لیں تاکہ باراں سے پہلے
سفینہ بنا رکھیں طوفاں سے پہلے

انداز فکر بدلنے کے لئے چند حدود و نقوش

ذیل میں "معذرۃً الی ربکم" انداز فکر بدلنے کے لئے چند حدود و نقوش متعین کئے جاتے ہیں، جن سے نشاۃ ثانیہ میں مذہبی کاز کو تقویت پہنچانے میں مدد مل سکتی ہے۔

(۱) ہدایت الٰہی کسی معاشرہ کو وجود میں نہیں لاتی ہے بلکہ انسان کے ہاتھوں معاشرہ وجود میں آتا ہے جس میں خیر و شر دونوں کی نمود اور خوبیوں کے ساتھ خامیوں کا ظہور ہوتا ہے۔

(۲) موجودہ معاشرہ کو ہدایت اپنے انداز میں ڈھالتی ہے اور خیر و شر کی حدبندی کر کے اس کی قدر و قیمت کا تعین کرتی ہے۔ اس طرح پہلے معاشرہ وجود میں آتا ہے اور پھر ہدایت کے انداز میں ڈھالنے کے لئے احکام و قوانین مقرر ہوتے ہیں۔

۳۔ ہدایت اپنے نزول کے زمانے میں اس وقت کے معاشرہ کو محض خیر و شر کی نسبت سے بطور نمونہ پیش کرتی ہے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا ہے کہ انسان اپنی صلاحیتوں اور توانائیوں سے دست بردار ہو کر زندگی کی گاڑی کو اسی معاشرہ پر چلاتا رہے اور ترقی یافتہ عمارت کے مقابلہ میں ہمیشہ اسی عمارت کی طرف دعوت دیتا رہے۔ مقصود عمارت نہیں ہوتی ہے بلکہ خیر و شر کی وہ نسبت اور عدل و اعتدال کی قوت ہوتی ہے جو ہدایت الٰہی کے ذریعہ پیدا ہوتی ہے اور بطور نمونہ اسی کو وہ پیش کرتی ہے۔

۴۔ معاشرہ فطری رفتار کے مطابق ترقی کرتا اور بدلتا رہے گا اس کو نہ کسی طبقہ کا جمود روک سکتا ہے اور نہ کسی قوم کا زوال بریک لگا سکتا ہے۔ اب اگر کسی کو جمود توڑنا اور زوال کو ختم کرنا ہے تو ذہنی و فکری تبدیلی کے ساتھ اس کے لئے اپنے زمانہ کی تنظیمی ترقیاتی چیزوں کو قبول کرنا ناگزیر ہے البتہ قبولیت سے پہلے انسانوں کی دنیوی اور اخروی فلاح و بہبود کے لحاظ سے اس کی قدر و قیمت کا تعین ضروری ہے۔ خیر و شر میں امتیاز اور خوبیوں و خامیوں میں حد فاصل قائم کرنے کے لئے وہی "پیمانہ" معتبر ہوگا جو ہدایتِ الٰہی نے مقرر کیا ہے، اور وہی "معیار" درجہ سند حاصل کر سکے گا جس کو ہدایت نے اپنے نزول کے زمانہ میں بطور "نمونہ" پیش کیا ہے۔ ان میں اگر تفریق کی گئی تو صحت کی ضمانت نہ رہے گی اور تبدیلی کی کوشش ہوتی تو قومی و ملّی وجود ختم ہو جائیگا۔

اسی طرح جانچے اور پرکھے بغیر اگر تمام چیزوں کو قبول کیا گیا تو "شر" چونکہ اپنے اندر کشش کے ساتھ سہل الحصول بھی ہوتا ہے اس بنا پر زندگی کی ساخت و پرداخت میں وہی دخیل بن جائے گا اور نمائشی ترقی ہوتے ہوئے بھی حقیقی ترقی کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے گا۔

۵۔ جدید معاشرہ کی رہنمائی کے لئے بنیادی نقطۂ نگاہ یہ بنانا پڑے گا کہ اگر اس وقت ہدایت کے نزول کا زمانہ ہوتا اور محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خود بہ نفس نفیس تشریف فرما ہوتے تو آپ جلب منفعت اور دفع مضرت کا کس قدر لحاظ فرماتے؟ اور معاشرتی فلاح و بہبود کی چیزوں میں

کو جدید کو ملحوظ رکھتے ؟

اس سلسلہ میں رسول اللہ نے اپنے زمانہ کے معاشرہ کو "ہدایت" کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے "ازالہ" کے بجائے "امالہ" کی جو روش اختیار فرمائی ہے اور ترمیم و تنسیخ نیز تدریج و تخفیف کے جن اصول و ضوابط سے کام لیا ہے وہ سب جدید معاشرہ کی رہنمائی کے لئے دلیل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

وقت کی دو اہم ضرورتیں

جدید معاشرہ میں جس چیز کی اصل کمی ہے وہ روحانیت کا فقدان ہے۔ نشاۃ ثانیہ کی رہنمائی میں اس پر زیادہ زور صرف کرنے کی ضرورت ہے، لیکن اس کے حصول کے لئے عمومی طور پر اوراد و وظائف اور نوافل کا طول طویل سلسلہ آج کی مصروف اور متنوع زندگی کے لئے سخت دشوار ہے۔ بس مقررہ احکام کی بجاآوری کے ساتھ آہِ سحرگاہی کا التزام کافی ہے کہ فیض کی تجلیوں کے لئے گہری اندھیری کے بغیر چارہ نہیں ہے اور اس گلی کا سودا رات کی تاریکی میں زیادہ آسانی سے ملتا ہے۔ مسلم قوم کی شہ رگ پر جس چیز کا براہ راست حملہ ہے وہ اقتصادی بدحالی اور معاشی ناہمواری کا ہے نشاۃ ثانیہ کی رہنمائی میں موجودہ دور کے معاشی مساوات کو سامنے رکھ کر اسلامی عدل و اعتدال کے احکام وضع کرنے ہوں گے۔ قدیم سرمایہ داری و جاگیرداری کو بنیاد بنا کر عدل و اعتدال کی آواز سے وقت کی ضرورت نہ پوری ہو سکے گی۔

حقیقی مذہب ہی کام دے سکتا ہے۔

غالباً یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ نفس کی تسکین کے لئے بے جان عقیدہ اور چند مراسم و اعمال کی نمائش سے جدید معاشرہ کی رہنمائی نہ ہو سکے گی۔ اسی طرح جو مذہب صنعت و حرفت میں تبدیل ہو کر محض دنیوی زندگی کی چاکری میں مصروف ہے وہ بھی اس سلسلہ میں بے سود ہے۔ اس راہ میں وہی مذہب کام دے سکے گا جو النفس میں تبدیلی کے ساتھ کائنات کے سربستہ رازوں کی تحقیقات سے دلچسپی ظاہر کرتا ہو۔ اور موجودہ اجتماعی و تمدنی مسائل کو عدل رحمت کی فضا میں حل کرتا ہو۔ اگر ایک طرف جدید معاشرہ کے فکر و عمل کے لئے بلند نصب العین عطا کرتا ہو تو دوسری طرف نشاۃ ثانیہ کے وسیع اور متنوع اجزاء کی رہنمائی کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو

اس کے لئے مذہبی لوگوں کو وسیع نقطۂ نظر اختیار کرنا ہوگا اور جلسے و جلوس کی تفریحات کی جگہ سرتاپا عمل بننا پڑے گا۔

آخری بات

حضرات! گفتگو بہت طویل ہوگئی لیکن کہنے کی باتیں ابھی نہیں ختم ہوئیں۔ آخر میں ہوش و حواس کی درستی کے لئے صرف اس قدر گذارش ہے کہ یہ ردّ عمل کا دور ہے جس میں گذشتہ تفریط کے مقابلہ میں افراط ہے۔ یہ ہمیشہ نہ برقرار رہے گا بلکہ اس میں تبدیلی ہو کر رہے گی۔ گھبرانے اور مرعوب ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے بلکہ اس میں اعتدال پیدا کرنے کے لئے راہ عمل طے کرنے کی ضرورت ہے۔ جن نظریات نے ہماری اخلاقی و روحانی زندگی کے تار پود بکھیر دیئے ہیں۔ مختصر لفظوں میں ان کا تجزیہ اس طرح ہو سکتا ہے۔

۱۔ انسانی نورانی الاصل کی جگہ حیوانی النسل قرار پایا (نظریۂ ارتقاء)

۲۔ فطرتِ انسانی کی لطافت کو جبلّت کی کثافت سے بدلا گیا۔ (نظریۂ جبلت)

۳۔ عفت و عصمت کے جذبہ کو جنسیت کی ہوسناکی میں تبدیل کیا گیا (نظریہ جنسیت)

۴۔ انسان کے روحانی آبگینہ کو اشتراکیت کی قساوت نے پاش پاش کیا (نظریۂ اشتراکیت)

آپ خود غور کیجئے کہ زندگی میں ان کے اثرات انسان کو کس مقام پر لا کھڑا کریں گے۔؟ اور انسانیت کا کارواں کب تک میدان کرب و بلا میں تڑپتا رہے گا۔

آج کارواں کو جس جام حیات کی تلاش اور جس شربت روح افزا کی جستجو ہے وہ آپ کے پاس موجود ہے، جرأت و ہمت کے ساتھ آپ خود پیجئے اور اہل دنیا کو پلایئے۔

اگر مجھے معاف کیا جائے تو ایک بات اور عرض کر دوں وہ یہ کہ واعظانہ مصلحت موجودہ دور کی رہنمائی کے لئے مجتہدانہ بصیرت کے ساتھ رندانہ جرأت کی ضرورت ہے زاہدانہ ہمت سے کام نہ چلے گا

والسلام علی من اتبع الھدیٰ